

## تلفیق اور جمع بین المذاہب کا معاصر فتوے میں کردار

ہدیتہ المحاسبہ والمراقبہ کے اسلامی مالیات پر فتاویٰ کا تحقیقی مطالعہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر منصور

(دوسری قسط)

### تلفیق اور تنوع رخص

ان کے درمیان بھی عموم و خصوص کی نسبت ہوتی ہے، کیوں کہ تنوع رخص، تلفیق سے زیادہ عام ہے، کبھی شریعت کی رخصتیں تلاش کرتے ہوئے تلفیق کا سہارا لیا جاسکتا ہے اور کبھی اس کی نوبت نہیں آتی۔ رابطہ عالم اسلامی کی فقہی اکیڈمی (المجمع الفقہی) نے قرارداد نمبر ۷۰ میں فقہی رخصتوں پر عمل کرنے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، تاہم اکیڈمی نے فقہی رخصتوں پر عمل کرنے کے لیے یہ ضروری قرار دیا ہے کہ مختلف مسالک کی دی ہوئی رخصتوں پر عمل محض نفسانی خواہش کی اتباع میں نہ ہو۔ مجتہدین کے اقوال میں سے آسان قول اختیار کرتے ہوئے اس کا لحاظ رکھا جائے کہ:

۱۔ رخصت و سہولت پر مبنی اقوال جن کو اختیار کرنا مقصود ہو، شرعاً معتبر اقوال ہوں؛ شاذ اقوال میں شمار نہ کیے جاتے ہوں۔

۲۔ رخصت پر عمل کرنے کی ضرورت کسی مشقت کو دور کرنے کے لیے ہو۔

۳۔ رخصت پر عمل کرنے والا بذات خود ترجیح کی صلاحیت رکھتا ہو یا کسی دوسرے ایسے شخص پر اعتماد کر رہا ہو جو ترجیح کی صلاحیت رکھتا ہو۔

۴۔ رخصت پر عمل کے نتیجے میں ممنوع تلفیق کا ارتکاب لازم نہ آتا ہو۔

۵۔ اس قول کو اختیار کرنا کسی غیر مشروع مقصد تک رسائی کا ذریعہ نہ بنتا ہو۔

### تلفیق اور مراعاة الخلاف

اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ تلفیق اسی صورت میں مذموم ہے جب ایک عامی و مقلد خواہش نفس کی پیروی میں ایک مسئلے میں مختلف آراء پر بیک وقت عمل کرے۔ ایسی تلفیق بین المذاہب ناجائز ہے، کیوں

کہ اس کا مقصد نفس پرستی کی خاطر آسانیاں تلاش کرنا ہوتا ہے تاہم اگر کوئی مجتہد عمومی مصلحت و مفاد کی رعایت کرتے ہوئے اور اختلاف کو ختم کرنے کی نیت سے اس طرح کی تفسیق کرے تو یہ جائز ہے۔ فقہ مالکی میں اس تفسیق کو 'مرأعۃ الخلاف' کا نام دیا گیا ہے۔ اس کی تعریف یوں کی گئی ہے: 'اعمال دلیل فی لازم مدلولہ الذی العمل فی نقیضہ دلیل آخر' (دلیل کو اپنے مدلول کے اس لازمی نتیجے میں کام میں لانا جس کے خلاف کوئی اور دلیل موجود ہو۔) مرأعۃ الخلاف کا غالب وصف دو متضاد دلیلوں پر بہ یک وقت عمل کرنا ہوتا ہے۔ اس کی مثال نکاح شغار ہے۔ نکاح شغار مالکی فقہ میں ناجائز ہے، حنفی فقہاء اسے جائز سمجھتے ہیں گو کہ ان کے نزدیک اس کے ساتھ ایک فاسد شرط وابستہ ہے۔ حدیث میں نکاح شغار کی ممانعت کو وہ کراہت پر محمول کرتے ہیں۔ 'مرأعۃ الخلاف' کو بروئے کار لاتے ہوئے مالکی فقہانے اس مسئلے پر دونوں آرا کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ ان کے نزدیک اصل حکم تو حرمت کا ہے تاہم نکاح واقع ہونے کی صورت میں وہ مہر مثل اور باہمی وراثت کا حکم دیتے ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ ایک ہی مسئلے پر دو مخالف آرا کو جمع کرنے اور ایسے فعل کی مجموعی صحت کا حکم دیا جاسکتا ہے۔

### ہیئۃ المحاسبۃ والمراقبۃ کے فتاویٰ میں جمع بین المذہب کی مثالیں

ہیئۃ المحاسبۃ والمراقبۃ للمؤسسات الاسلامیۃ کے شریعہ بورڈ نے اپنے فتاویٰ میں عموماً تفسیق اور جمع بین المذہب کے منہج کو اختیار کیا ہے۔ وہ مالیاتی مسائل میں تمام مسالک کی آرا سے استفادہ کرتا ہے اور دلیل اور مصلحت راجحہ کی بنیاد پر ایک رائے کا انتخاب کرتا ہے۔ علامہ یوسف القرضاوی اس منہج اجتہاد کو اجتہاد انتقائی کہتے ہیں۔ انھوں نے انتقائی اجتہاد کی مثال یوں دی ہے کہ مصارف زکاۃ میں مؤلفۃ القلوب کے بارے میں مالکی فقہاء کی رائے یہ ہے کہ یہ حصہ ساقط نہیں ہو اب بھی برقرار ہے باقی فقہاء کے نزدیک یہ ساقط ہو گیا ہے۔ فقیر و مسکین کو دیے جانے والے مال زکاۃ کے حوالے سے شافعی فقہاء کی رائے یہ ہے کہ انھیں اتنا مال دے دیا جائے جو ان کی پوری عمر کی ضروریات کو پورا کرے۔ مصرف 'فی سبیل اللہ' کے بارے میں فقہ حنبلی کا موقف یہ ہے کہ یہ مصرف مجاہدین کی امداد تک محدود نہیں بلکہ اسلامی ریاست کے دفاع کے لیے اسلحہ کی خریداری بھی 'فی سبیل اللہ' کے مفہوم میں شامل ہے۔ علامہ یوسف القرضاوی کے خیال میں اس عہد کی مخصوص ضروریات

اور شریعت کے مفاد کو سامنے رکھتے ہوئے یہ درست ہوگا کہ مؤلفیۃ القلوب کے حوالے سے فتویٰ مائلی رائے کے مطابق دیا جائے۔ فقیر و مسکین کو دی جانے والی مقدار زکوٰۃ کے حوالے سے شافعی نقطہ نظر اور ”فی سبیل اللہ“ کے حوالے سے ضلعی نقطہ نظر کو اختیار کیا جائے۔ ہیئۃ المحاسبۃ والمراقبۃ (AAOIFI) کے جاری کردہ المعاییر الشرعیہ (shariah standards) میں جو اسلامی مالیاتی اداروں کا فقہی ضابطہ ہیں، تلفیق و تخییر اور جمع بین المذہب کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔ ذیل میں ہم ہنیۃ المحاسبۃ والمراقبۃ کے بیج مراہجہ پر ضابطے کی چند دفعات کا جائزہ لیتے ہیں۔

### ۱۔ وعدے کا قابل نفاذ ہونا

المعاییر الشرعیۃ کا ضابطہ نمبر ۸ بیج مراہجہ (یعنی خریدار کی خواہش پر کوئی چیز خرید کر اسے مراہجہ کی بنیاد پر بیچنا) کے عنوان سے ہے۔ شریعت میں معدوم چیز کی بیج جائز نہیں لہذا اسلامی بینک ایک ایسی چیز کو جو اس کی ملکیت اور قبضے میں نہیں ہے، فروخت نہیں کر سکتا، تاہم اگر کوئی گاہک کسی متعین چیز کی خریداری کے لیے بینک کے سرمایے کا خواہش مند ہو تو اسی مذکورہ ضابطے کی رو سے وہ ایسا کر سکتا ہے۔ بینک اس کے لیے وہ چیز خریدے گا اور قیمت خرید پر ایک متعین نفع لگا کر اسے ادھار پر وہ چیز بیچ دے گا۔ ایسا کرنے کے لیے وہ گاہک سے وعدہ لے گا کہ وہ اس چیز کو خریدنے کا پابند ہوگا اور یہ وعدہ قضاء قابل نفاذ ہوگا۔

المعاییر الشرعیۃ کی دفعہ نمبر ۳، ۲۵ میں کہا گیا ہے کہ گاہک کی طرف سے مراہجہ کی درخواست کے مرحلے پر اور سپلائر سے مطلوبہ سامان خریدنے سے پہلے بینک گاہک سے وعدہ لے گا کہ وہ یہ سامان خریدنے کا پابند ہوگا اور بینک کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ وعدے کی خلاف ورزی سے ہونے والے اپنے نقصان کو گاہک کے سیکورٹی ڈیپازٹ سے پورا کرے۔ وعدہ کے قضاء قابل نفاذ ہونے کے سلسلے میں فقہاء کی چار آراء ہیں:

پہلی رائے: وعدے کو پورا کرنا نہ صرف لازم ہے بلکہ عدالت کے ذریعے اس پر جبراً عمل کرانا بھی جائز ہے۔ یہ عمر بن عبدالعزیز، قاضی سعید بن الاشوع، کوئی، ابن شہر مہ اور بعض مالکیہ کا قول ہے۔ دوسری رائے: وعدے کو پورا کرنا قضاء لازم نہیں۔ شافعیہ، حنابلہ، ظاہریہ اور بعض مالکیہ کا یہ ہی مذہب ہے۔ (۲۱)

تیسری رائے: حنفیہ کے نزدیک وعدہ پورا کرنا قضاء لازم نہیں البتہ دوصورتوں میں قضاء بھی لازم ہے۔ ایک تو یہ کہ وعدہ معلق علی الشرط ہو، مجرد نہ ہو جیسا کہ درالحکام دفعہ ۷۷۸۳ میں ہے کہ ”المواعید بصور التعلیق تکون لازمة لانه يظهر فيها حينئذ معنى الالتزام والتعهد“ (۲۲) یعنی وعدے تعلیق کی صورت میں لازم ہوں گے، کیوں کہ اس سے التزام اور ذمے داری کا معنی ثابت ہوتا ہے۔ دوسری صورت جس میں حنفیہ کے ہاں وعدہ پورا کرنا لازم ہے وہ بیع وفا کی ہے۔ چنانچہ درالمختار میں علامہ شامی نے لکھا ہے: ”ولو باعہ علی وجہ الميعاد جاز ولم الوفاء به لان المواعيد قد تكون لازمة لحاجة الناس وهو الصحيح، كما في الكافي والخانية الخ“ یعنی اگر وعدے پر کوئی چیز بیچے تو جائز ہے اور اس وعدے کو پورا کرنا لازم ہوگا کیوں کہ لوگوں کی حاجت کے باعث وعدے کو پورا کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ (۲۳)

چوتھی رائے: عام حالات میں تو وعدہ پورا کرنا قضاء واجب نہیں، لیکن اگر وعدہ کرنے والے کی وجہ سے دوسرے شخص کو کوئی مالی بوجھ برداشت کرنا پڑے یا وہ اس وعدے کی بنیاد پر کوئی ذمے داری قبول کر لے تو ایسے وعدے کو پورا کرنا ضروری ہے اور اس پر وعدہ کرنے والے کو بے ذریعہ عدالت مجبور بھی کیا جاسکتا ہے۔ (۲۴)

مجمع الفقہ الاسلامی اور ھدیۃ المحاسبۃ والمراقبۃ نے مراحمہ پر اپنے مذکورہ فتوے میں ماکھی نقطہ نظر اختیار کیا ہے۔ یہ رائے موجودہ عہد کی کاروباری اور تجارتی ضروریات کو پورا کرتی ہے۔ امر واقع یہ ہے کہ کاروباری معاملات میں وعدے کو اگر شخص ایک اخلاقی تقاضا سمجھ لیا جائے اور وعدہ کرنے والے کو اپنے وعدے کا قانونی طور پر پابند نہ کیا جائے تو کاروبار میں شدید حرج پیدا ہو سکتا ہے اور موعودہ کو شدید مالی نقصان ہو سکتا ہے۔

## ۲۔ لازمی صدقہ کا مسئلہ

سودی بنگلوں میں اگر کوئی گاہک واجب الاداء قرض کی ادائیگی میں تاخیر کرے تو بینک اس پر بہ طور جرمانہ اپنا سود بڑھادیتا ہے۔ شریعت کی رو سے دین اور قرض کی اصل رقم پر کوئی اضافہ سود ہے۔ ھدیۃ المحاسبۃ والمراقبۃ نے اس کا حل یہ نکالا ہے کہ اگر کوئی گاہک بلاعذر قسط کی ادائیگی میں تاخیر کرتا ہے تو اسے ایک مخصوص رقم صدقے کے طور پر دینا ہوتی ہے۔ ضابطہ نمبر ۸ بابت مراحمہ کی دفعہ ۵۰۶ میں کہا گیا ہے کہ

☆ اعلم انك لست الوهيد في البلاد، فما سلم من الوهم احد ومن امن من الشدة بشر. ☆

بینک کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ معاہدے میں گاہک سے اس طرح کا وعدہ لے کہ اگر اس نے دین کی ادائیگی میں تاخیر کی تو وہ اتنی رقم صدقہ کرے گا جسے بینک خیراتی مقاصد کے لئے استعمال کرے گا۔ التزام تصدق یا لازمی صدقے کے حوالے سے فقہ اسلامی میں عموماً رائے یہ ہے کہ اس التزام صدقہ یا نذر کو قضاء پورا کرنا لازمی نہیں۔ بعض مالکی فقہاء کے نزدیک ایسا کرنا جائز ہے اس کا تعلق عین اور نذر سے ہے جو عبد اللہ بن نافع اور محمد بن ابراہیم بن دینار کے ہاں قضاء نافذ ہوتے ہیں چنانچہ علامہ حطاب لکھتے ہیں:

اما اذا التزام المدعى عليه للمدعى انه لم يوفه حقه في وقت كذا وكذا فله عليه كذا وكذا فهذا لا يختلف في بطلانه لانه صريح الربوا..... واما التزام انه ان لم يوفه حقه في وقت كذا فاعليه كذا وكذا فلان 'او صدقة للمساكين' فهذا هو محل الخلاف المعقود له هذا الباب فالمشهور انه لا يقضى به كما تقدم وقال ابن دينار: يقضى به. (۳۵)

اگر مدعا علیہ مدعی پر یہ بات لازم کرے کہ اگر اس نے اس کا حق فلاں وقت تک ادا نہیں کیا تو وہ اس کے بدلے میں اتنی رقم ادا کرے گا تو اس بات کے باطل ہونے میں کوئی اختلاف نہیں کیوں کہ یہ واضح طور پر سود ہے البتہ اگر یہ بات لازم کی کہ حق نہ دینے پر کسی دوسرے کو اتنی رقم دینا یا مساکین پر صدقہ کرنا لازم ہوگا تو یہ بات محل اختلاف ہے جس کے لیے یہ باب باندھا گیا ہے۔ مشہور یہ ہے کہ وہ اسے ادا نہیں کرے گا اور ابن دینار کہتے ہیں کہ ادا کرے گا۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ احتلاف کے نزدیک اس التزام صدقہ یا نذر کو قضاء پورا کرنا لازم نہیں تاہم ہیئۃ المحاسبۃ اور مجمع الفقہ الاسلامی کے فقہاء نے اس مسئلے پر مالکی نقطہ نظر اختیار کیا ہے اور اس وعدہ صدقہ کو قضاء نافذ العمل قرار دیا ہے۔

### ۳۔ عربوں اور بیجانے کے ساتھ بیع کا مسئلہ

عربوں اس بیع کو کہتے ہیں جس میں مشتری بائع کو اس شرط پر کچھ رقم دیتا ہے کہ اسے بیع کو برقرار رکھنے یا فسخ کرنے کا اختیار ہوگا۔ اگر بیع کو قائم رکھا اور نافذ کر دیا تب تو یہ رقم ثمن کا حصہ بن جائے گی اور اگر بیع کو نافذ نہ کیا تو بائع اس رقم کا مالک بن جائے گا۔ اس بیع کے جواز میں جمہور فقہاء اور امام احمد بن حنبل کے درمیان اختلاف ہے۔

جمہور کا مذہب: جمہور فقہا امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک یہ بیع جائز نہیں، کیوں کہ اس میں معاوضہ بلا عوض ہے اور نبی کریم ﷺ نے بیع عربوں سے صراحتاً منع کیا ہے، چنانچہ مؤطا میں ہے:

”نہی رسول اللہ ﷺ عن العربان او العربون“ (۳۶)

امام احمد بن حنبل کا مذہب: امام احمد حضرت زید بن اسلم کی روایت، جس میں نبی ﷺ سے بیع عربوں کی بابت سوال کیا گیا اور آپ ﷺ نے اسے حلال قرار دیا، اسے استدلال کرتے ہوئے اسے جائز قرار دیتے ہیں۔ (۳۷)

معاہدہ کی دفعہ ۲۵.۳ کی رو سے بینک کو حنبلی رائے کے مطابق یہ حق حاصل ہے کہ وہ عربوں (بیعانہ) کی رقم گاہک سے لے تاکہ گاہک کی طرف سے انکار کی صورت میں اس رقم سے وہ اپنا نقصان پورا کر سکے۔ اس مسئلے میں ”المعاہدہ الشرعیہ“ نے حنبلی نقطہ نظر کو اختیار کر کے یہ فیصلہ دیا ہے۔ یہ نقطہ نظر معاہدات کے استحکام کے لیے ضروری ہے اور عہد حاضر کی تجارتی ضروریات سے ہم آہنگ ہے۔

### ۴۔ بیع بشرط البراءة من العیوب

بیع بشرط البراءة من العیوب سے یہ مراد ہے کہ بائع خریدار کو اس شرط پر کوئی چیز بیچے کہ وہ بیع میں ظاہر ہونے والے کسی عیب کا ذمے دار نہیں ہوگا۔ اس طرح شرط لگانے کے جواز و عدم جواز میں فقہاء کا اختلاف ہے اور فقہاء کے درج ذیل پانچ اقوال ہیں:

پہلا قول: بائع کے لیے عیب سے براءت کی شرط لگانا بھی صحیح ہے اور وہ اس طرح شرط لگانے سے عیوب سے بری بھی ہو جائے گا۔ یہ حنفیہ کا مذہب اور امام شافعی کا ایک قول ہے جب کہ امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ (۳۸)

دوسرا قول: اس طرح شرط لگانے کی کوئی اہمیت نہیں اور بائع کسی عیب سے بری نہیں ہوگا البتہ اگر بائع کو کسی عیب کا پہلے سے علم ہو اور وہ خریدار کو بتا کر اس سے براءت کا اظہار کرے اور خریدار راضی ہو جائے تو خاص اس عیب سے بری متصور ہوگا۔ یہ امام احمد کا مشہور قول اور حنبلیہ کا مذہب ہے۔ (۳۹)

تیسرا قول: غلام کسی اور بیع میں مطلقاً شرط براءت عیوب ٹھیک نہیں البتہ اگر کسی متعین عیب سے براءت کا اظہار کرے جس کا اسے علم ہو کہ یہ عیب بیع میں موجود ہے تو درست ہے بہ صورت دیگر مطلقاً درست نہیں۔ یہ امام مالک کا مشہور قول اور مالکی مذہب ہے۔ (۵۰)

چوتھا قول: ظاہری اور معلوم عیب سے مطلقاً بری نہیں ہوگا البتہ حیوان کی بیع میں باطنی عیب سے بری ہوگا۔ یہ شافعیہ کی ظاہر الروایہ ہے۔ (۵۱)

پانچواں قول: جن عیوب کا بیع کے وقت تک علم نہیں ان سے بری ہو جائے گا البتہ جن کا بیع کے وقت علم ہو جائے ان سے بری نہیں ہوگا۔ یہ امام ابن تیمیہ کی رائے ہے۔ (۵۲)

اس مسئلے میں ہدیۃ المحاسبۃ والمراقبۃ نے حنفیہ کی رائے کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ المعالیم کی دفعہ ۴۹ میں بینک کو یہ اجازت دی گئی ہے کہ وہ کوئی چیز اس شرط پر بیچے کہ وہ اس کے کسی عیب کا ذمے دار نہیں ہوگا۔

## ۶۔ مال مرہون سے انتفاع

معیار شرعی نمبر ۵ کی دفعہ ۴۶ کی رو سے بینک کو رہن شدہ چیز سے انتفاع کا حق نہیں ہونا چاہیے خواہ رہن یعنی اس کا مالک اس انتفاع کی اجازت ہی کیوں نہ دے۔ یہ فیصلہ شافعی نقطہ نظر کے مطابق ہے۔ حنفی فقہاء کے نزدیک مرتہن 'مال مرہون' سے مالک کی اجازت کے ساتھ استفادہ کر سکتا ہے۔ فقہاء کے اقوال کی تفصیل درج ذیل ہے۔

حنفیہ کی رائے: حنفیہ کے ہاں رہن اور مرتہن دونوں رہن سے ایک دوسرے سے اجازت لیے بغیر استفادہ نہیں کر سکتے۔ (۵۳)

مالکیہ کی رائے: مالکیہ کے ہاں رہن کے لیے رہن کے منافع سے استفادہ کرنا مطلقاً جائز ہے جب کہ مرتہن کو اس شرط کے ساتھ اجازت ہے کہ ابتدائے عقد ہی میں استفادہ کرنا طے کر لیا گیا ہو استفادے کی مدت متعین ہو اور یہ کہ مرہون بہ دین قرض نہ ہو۔ (۵۴)

شافعیہ کی رائے: شافعیہ کے ہاں مرتہن کے لیے رہن سے کسی قسم کا استفادہ کرنا ناجائز ہے۔ (۵۵)

حنابلہ کی رائے: حنابلہ کے ہاں اگر مرہونہ چیز سواری یا دودھ دینے والا جانور ہو تو اس سے رہن اور مرتہن دونوں استفادہ کر سکتے ہیں بہ صورت دیگر مرتہن کے لیے رہن سے اجازت لینا ضروری ہے

بے شرطے کہ مرہونہ چیز دین قرض نہ ہو نیز رابن عوض بھی لے سکتا ہے۔ (۵۶)

### ۷۔ کاغذی زر کی شمیٹ کا مسئلہ

کرنسی نوٹوں کی فقہی حیثیت میں علماء کا اختلاف ہے۔ برصغیر کے بیشتر علماء کے نزدیک ان کی حیثیت فلوس اور شمن اعتباری کی ہے اور ان کے احکام شمن خلقی یعنی سونے چاندی والے نہیں ہوں گے جب کہ عرب دنیا کے بیشتر علماء کی رائے یہ ہے کہ نوٹ سونا چاندی کے قائم مقام ہیں اور ان کی حیثیت شمن خلقی کی ہے اور تمام احکام شمن خلقی والے ہوں گے لہذا جس طرح شمن خلقی میں بیع سلم جائز نہیں اسی طرح کرنسی نوٹوں میں بھی جائز نہیں۔ برصغیر کے علماء جن میں مفتی محمد تقی عثمانی سرفہرست ہیں ان کے نزدیک چون کہ نوٹوں کی حیثیت شمن اعتباری کی ہے لہذا ان میں شمن خلقی والے احکام جاری نہیں ہوں گے اور ان میں بیع سلم بھی جائز ہوگی۔ (۵۷)

اب شمن اعتباری کا کیا حکم ہے؟ اس میں ائمہ کی آرا مختلف ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

امام مالک کی رائے: امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ شمیٹ سے مراد شمیٹ مطلقہ ہے خواہ خلقی ہو یا اعتباری لہذا اس میں تفاضل اور اجل جائز نہیں ہوں گے۔ (۵۸)

ائمہ ثلاثہ کی رائے: ائمہ ثلاثہ کے نزدیک شمن سے مراد شمن خلقی ہی ہے، شمن اعتباری نہیں لہذا اگر کسی ملک میں سونے چاندی کے علاوہ کسی چیز کو بے طور شمن رائج کر لیا جائے تو ان کا حکم بعینہ شمن حقیقی والا نہیں ہوگا۔ (۵۹)

حیثیۃ المحاسبۃ والمراقبۃ نے اس مسئلہ میں عرب علماء کی رائے کو اختیار کیا ہے جس کی بنیاد مالکی مذہب پر ہے چنانچہ معیار شرعی نمبر ۳/۲/۳ کے مطابق اگر اس المال نقود یعنی کرنسی ہو تو بدلے میں کرنسی کو ہی مسلم فیہ نہیں بنایا جاسکتا۔ یہ بدیہی امر ہے کہ کرنسی نوٹ کو شمن یا مال نہ سمجھنے کا زکاۃ کی فرضیت زکاۃ کی ادائیگی اور کرنسی نوٹ کی شکل میں ادھار پر ارضانے جیسے مسائل پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ حیثیۃ المحاسبۃ والمراقبۃ کی رائے میں کرنسی اپنی شمیٹ میں ہر لحاظ سے سونے اور چاندی کے مانند ہے۔ اس پر ربا، مسلم اور زکاۃ کے وہی احکام لاگو ہوں گے جو سونے چاندی پر لاگو ہوتے ہیں۔ مشہور حنفی عالم مولانا خالد سیف اللہ رحمانی اس رائے کو مقاصد شریعت کے عین مطابق قرار دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: نوٹوں اور سکوں کے مسئلہ میں بھی ضروری ہے کہ اسلام کے اس تصور عدل کو کلیدی اہمیت دی جائے

﴿أعلم ان السداد نفع الاسماع والابصار ونعبي القلب وتردع النفس وتذكر العبد بوزيره التواب.﴾

اور فقہی جزئیات اور قدیم فقہاء کے اجتہادات کو ثانوی۔ اس لیے کہ فقہاء کی آراء اپنے عہد اور زمانے کے اعتبار سے عین عادلانہ تھیں مگر ضروری نہیں کہ بدلے ہوئے حالات میں بھی اقامت عدل کے لیے کفایت کر سکیں۔ کرنسی نوٹوں کا مسئلہ بھی حالات اور عرف و عادت سے بے نیاز نہیں رہ سکتا ہے اور سو سال پہلے یہ حکم تھا ہر حال میں وہی باقی ندر ہے گا بلکہ اس میں تبدیلی ہوگی۔ اگر نوٹوں میں تضاد کو جائز قرار دیا گیا تو سود کا دروازہ چوہٹ کھل جائے گا اور وہ ساری بندشیں پامال ہو کر رہ جائیں گی جو سود پر باندھی گئی ہیں۔

## ۸۔ قرض میں مدت کے تعین کا مسئلہ

معیار شرعی نمبر ۱۹ میں حیثیۃ المحاسنہ نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ معاہدہ قرض میں مدت کا تعین جائز ہے۔ آرٹیکل نمبر ۶ میں کہا گیا ہے: ”يجوز اشراط الاجل في القرض فلا يلزم المقترض الوفاء قبل حلول الاجل وليس للمقرض مطالبته به قبله اما اذا لم يشترط الاجل فيجب على المقرض الوفاء عند الطلب“ (قرض میں مدت کی شرط لگانا جائز ہے لہذا مقرض پر وہ مدت آنے سے پہلے اس کی ادائیگی لازم نہیں ہے اور نہ قرض خواہ کے لیے اس سے پہلے مطالبہ درست ہے، تاہم جب مدت کی شرط نہ ہو تو قرض خواہ جب بھی مطالبہ کرے، مقرض پر ادائیگی لازم ہے۔)

حنفی نقطہ نظر کے مطابق قرض میں مدت کا تعین معاہدے کو ناجائز کر دیتا ہے۔ قرض حنفی فقہاء کی رائے میں درہم کے درہم کے ساتھ تبادلے کی ایک شکل ہے جس میں سپردگی اور قبضے کو مؤخر کر دیا گیا ہے۔ اس طرح یہ دست بہ دست تبادلے کے شرعی تقاضے کی خلاف ورزی ہے، تاہم اگر مدت کا تعین نہ ہو تو احتساباً یعنی خلاف قیاس یہ معاہدہ جائز ہے۔ المعایر الشرعیۃ میں اس نقطہ نظر کو تسلیم نہیں کیا گیا اور قرض کی واپسی کے لیے مدت کے تعین کو نہ صرف جائز بلکہ مستحب قرار دیا گیا ہے۔ یہ رائے واضح طور پر لوگوں کی مصلحت اور مفاد کا زیادہ تحفظ کرتی ہے اور مقدم الذکر رائے میں جو تنگی شدت اور سختی ہے اس سے بھی نجات دلاتی ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ امام ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم نے قرض کے خلاف قیاس ہونے کی رائے کو شدت سے جھٹلایا ہے اور اسے ایک مغالطہ قرار دیا ہے۔ ان کی رائے میں قرض عاریت کی مانند ہے۔ عاریت میں انسان منفعت

کاہیہ کرتا ہے۔ منفعت حاصل کرنے کے بعد مستعیر (چیز کو عاریتاً لینے والا شخص) اس کے مالک کو وہ چیز واپس کر دیتا ہے۔ اسی طرح عقد قرض میں مقروض رقم استعمال کر کے اس کا مثل واپس کر دیتا ہے۔ اس طرح یہ دونوں معاہدے منافع کے تبرع کے معاہدے ہیں۔ اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ درہم کا درہم کے ساتھ تبادلہ اگر بہ طور بیع ہو تو اسے دونوں طرف سے فوری قبضے کے ساتھ ہونا چاہیے، لیکن اگر وہ بہ طور قرض ہو تو اس میں تاخیر نہ صرف جائز ہے بلکہ عین مطلوب ہے۔ بیع صرف کے احکام کو قرض پر لاگو کرنا محض ایک مغالطہ ہے۔

ان چند مثالوں سے بہ خوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ فقہ تجارت و مالیات پر جدید فتاویٰ میں تلفیق اور جمع بین المذاہب پر غیر معمولی انحصار کیا گیا ہے۔ معاملات کی یہ تمام صورتیں جائز تلفیق کے زمرے میں آتی ہیں جس کی بنیاد رفع حرج، ابحاثِ اصلیہ، سد الذرائع اور مصلحت عامہ کے اصول ہیں۔ نیز یہ بات بھی واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ حیدۃ المحاسبہ والمراقبہ نے تلفیق اور جمع بین المذاہب کے تمام معاملات میں تتبع رخص پر عمل نہیں کیا، بلکہ انتفاع بالرحمن، کرنسی نوٹوں کا زر اصلی کے حکم میں ہونے اور اس کے مسلم فیہ نہ بن سکنے کی مثالیں اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ بعض معاملات میں جہاں احتیاط کی ضرورت زیادہ سمجھی گئی وہاں رخصت والی رائے کو اختیار کیا گیا، بلکہ احتیاط پر عمل کیا گیا ہے جب کہ بقیہ معاملات میں ابحاثِ اصلیہ کے قاعدے کے تحت رخصت پر عمل کیا گیا ہے۔

خلاصے کے طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں جو طرز تلفیق، مصالح شریعت کو نقصان پہنچانے کا باعث ہو، کسی مقررہ قانونی نظام کے خلاف ہو یا اس کے ذریعہ سے عامۃ الناس کے حقوق کا ضیاع ہوتا ہو، اس قسم کی ہر تلفیق ناجائز اور ممنوع ہے، جب کہ وہ تلفیق جو مصلحت عامہ پر مبنی ہو، حالات و واقعات اس تلفیق کا تقاضا کرتے ہوں اور فقہائے مجتہدین کی طرف سے سامنے آئے تو ایسی تلفیق صرف جائز بلکہ مستحسن ہے۔

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ معاصر فقہ میں تلفیق اور مراعاة الخلاف کو بہ طور بیع استدلال نہ صرف اجتماعی اجتہادات و فتاویٰ میں اختیار کیا گیا ہے بلکہ اسلامی قانون کی تدوین (Codification) میں بھی اس سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے۔ عالم اسلام میں شریعت اور فقہ

اسلامی پرمیٹی قوانین کی جہاں بھی اور جس شعبے میں بھی تدوین اور ضابطہ بندی ہوتی ہے وہاں یہ کوشش کی گئی ہے کہ اس میں تمام فقہی اجتہادات کی بہتر باتوں کو جمع کر دیا جائے۔ ہمارے ملک میں راج کئی قوانین تلفیق کے نتیجے میں ہی وجود میں آئے ہیں۔ قانون تہنیک ازدواج مسلمانان ۱۹۳۹ء حدود آؤڈینس شہادت، قانون زکاۃ و عشر میں تمام فقہی مسالک سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ہیئۃ الحاسبۃ والمراقبۃ کے 'شرعی معایر' میں بھی اس منہج پر انحصار کیا گیا ہے۔ اسی بنا پر شرعی معایر عالم اسلام کا ایک مؤثر اور قابل عمل قانون مالیات و تجارت بن گئے ہیں۔ آج کے عہد میں قانون سازی اور ضابطہ بندی کسی ایک فقہ پرمیٹی نہیں ہو سکتی لہذا اجتماعی مسائل میں اجتہاد فتویٰ کے لیے تلفیق و جمع بین المذہب کو ایک بنیادی منہج استدلال کے طور پر قبول کرنا ہوگا۔

### حواشی

- ۴۱۔ شمس الدین ابو عبد اللہ الخطاب، تحریر الکلام فی مسائل الالتزام (بیروت: دار المعرفۃ ۱۹۸۳ء) ۱: ۱۵۳، ابو زکریا عیسیٰ بن شرف النووی، الاذکار (بیروت: دار الفکر ۱۴۱۳ھ) ۶: ۱۵۸، علاء الدین ابوالحسن المرادی، الانصاف (بیروت: دار احیاء التراث العربی، س۔ ن) ۱۱: ۱۵۵۔
- ۴۲۔ علی حیدر، رد المحتام شرح مجلة الاحکام (بیروت: دار عالم الکتب ۲۰۰۳ء)۔
- ۴۳۔ محمد بن علی الحسکفی، الدر المختار (بیروت: دار المعرفۃ، س۔ ن) ۵: ۲۷۷۔
- ۴۴۔ القرطبی، انوار البروق ۴: ۲۵، الخطاب، تحویر الکلام ۱۵۵-۱۵۶۔
- ۴۵۔ نفس مرجع ۶: ۱۷۔
- ۴۶۔ ابن رشد، بداية المجتهد (بیروت: دار المعرفۃ ۲۰۰۳ء) ۲: ۶۱، محمد الخطیب الشربینی، مغنی المحتاج (بیروت: دار الکتب العلمیہ ۱۹۹۳ء) ۲: ۳۹۔
- ۴۷۔ المرادوی، الانصاف ۴: ۳۵۷۔
- ۴۸۔ محمد بن احمد السرخسی، المیسوط (بیروت: دار المعرفۃ) ۳۱: ۹۱، علاء الدین ابوبکر کاسانی، بدائع الصنائع (بیروت: دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۶ھ) ۵: ۲۷۷۔
- ۴۹۔ منصور بن یونس، التہذیب (بیروت: دار الکتب العلمیہ) ۳: ۱۹۶-۱۹۷۔
- ۵۰۔ امام مالک المدونۃ الكبرى (بیروت: دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۵ھ) ۳: ۳۵۳، ابن

رشد و بیداریۃ المجتہد ۱۸۳:۴۔

۵۱۔ الشریعتی معنی المحتاج ۵۳:۲، تقی الدین السبکی، تکملة المجموع (مصر: ۱۹۷۱ء) ۳۵۸:۱۴۔

۵۲۔ عبدالرحمن ابن رجب اللذیل علی طبقات الحنابلة (ریاض: مکتبة العیسیکان، ۱۴۲۵ھ) ۳۸۷:۲۔

۵۳۔ الکاسانی، بدائع الصنائع ۱۳۶:۶۔

۵۴۔ امام مالک بن انس المدونۃ الکبری (بیروت: دار الکتب العلمیة، ۱۹۹۳ء) ۳۱۷:۱۳۔

۵۵۔ ابوالسحاق ابراہیم بن علی الشیرازی (المہذب فی فقہ الامام الشافعی بیروت: دار الکتب العلمیة

س۔ ن) ۹۶:۳۔

۵۶۔ ابوہوتی، کشف القناع، ۳:۳۵۵، موفق الدین ابن قدامہ، المغنی (مصر: مکتبۃ

القاهرة، ۱۳۸۸ھ) ۲۸۹:۳۔

۵۷۔ محمد تقی عثمانی، اسلام اور جدید معاشی مسائل (لاہور: ادارہ اسلامیات، ۲۰۰۸ء) ۸۸۷:۲۔

۵۸۔ نفس مرجع۔

۵۹۔ نفس مرجع۔

## اسلامک فقہ اکیڈمی کی نئی کتاب

مجلہ فقہ اسلامی کے گزشتہ سولہ برسوں کے ادارے، بنام غیر فقہی

# اظہارِ یے

پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہ تاز

ناشر: اسلامک فقہ اکیڈمی کراچی

ملنے کا پتہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور کراچی..... مکتبہ غوثیہ سبزی منڈی

کراچی..... مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی..... جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

☆ حافظ علی کبیرہ، الاحرام جماعت، اکثر المکت فی المسجد، وعود نفسك البیارة للصلاة تنجد السرور. ☆